مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدرسہ نجم المدارس کلاچی

امیر جمعیۃ العلماء اسلام سرحد

حضرت مولانا

سید گل بادشاہ

ہمت، جرأت اور خلوص کا ایک پیکر جمیل

حضرت مولانا سید گل بادشاہ صاحب المتوفی ۱۳۹۳ھ عمر میں اپنے اقران سے زیادہ بڑے نہیں تھے دورہ حدیث شریف ہم نے اکٹھا پڑھا تھا مگر جرأت رندانہ، ہمت مردانہ اور تمام رفقاء کے ساتھ تعلقات مخلصانہ نے انہیں بہت بڑا آدمی بنا دیا تھا۔

ہمت و پُردلی و پختہ مزاجی اخلاق   شیوۂ اہل کمال است کہ مرداں دارند

ہم سب ساتھی انہیں مخدوم مدظلہ اور اس قسم کے القاب سے خطاب کرنے پہ مجبور تھے دیوانِ عشق کے ہم سبق ہونے کے باوجود یہی خصوصیات تھیں جن کے باعث سید صاحب مدت العمر علماء سرحد کے امیر منتخب ہوتے رہے اور سرحد ہی کا تو کیا ذکر شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ اور خصوصی فیض یافتگان کی موجودگی میں بھی سید صاحب حضرت کے معتمد خاص اور منظورِ نظر رہے۔ فہنیئاً لہ ثم ہنیئاً۔

ہوتے میسّر ہیں مردان والا ہمتاز   ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہبازوں سے چیل

اچھی طرح یاد ہے کہ جب شیخ العرب والعجم قدس سرہٗ ۱۹۴۵ء کے الیکشن میں جمعیت علماء ہند کے نمائندوں کو کامیاب کرانے کے سلسلہ میں کلاچی تشریف لائے اور کسی نے حضرت سے پروگرام ــــــــــــــــ کے سلسلہ میں دریافت کیا تو حضرت نے سید صاحب موصوف کو اشارہ کرتے ہوئے اپنے مخصوص عربی لہجہ کے ساتھ یہ شعر پڑھ کر جواب دیا کہ

رشتہ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

سید صاحب سے پوچھئے مجھے کیا معلوم کہ کہاں کہاں جانا ہے۔

حضرت اقدس نے جسے درست کہہ کر پکارا ہو آپ جانتے ہیں، آستانہ مدنی کے خدام میں

اس کا مقام کتنا اونچا ہو سکتا ہے۔

غلام خویشتنم خواند لالہ رخسارے — سیاہ روئی من کرد عافیت کارے

اسی سلسلہ میں حضرتؒ کا ایک اور ملفوظ بھی ذکر کر دوں جس کا سید صاحب ہی سے تعلق ہے۔ یہ ہماری سعادت اور خوش قسمتی تھی کہ حضرت رات گئے کراچی پہنچے تھے لیکن علی الصبح مسجد میں تشریف لائے اور بعد مصروفیات کے باوجود بھی نماز کے بعد کتب خانہ نجم المعارف میں ایک گھنٹہ تک تعلیم فرمایا۔ اور اس کے بعد اس حجرہ میں بیعت کا سلسلہ جاری فرمایا۔ لوگوں کا بہت اژدحام ہوا احقر نے چائے پیش کرنے کی گذارش کی تو قبول فرمایا کثرت ہجوم سے اس کے لانے میں دیر ہونے لگی تو سید صاحب نے فرمایا حضرت، پروگرام بہت طویل ہے۔ پشاور تک پہنچنا ہے، عجلت سے کام لیا جاوے۔ حضرت نے فرمایا "اور یہ قاضی صاحب نہیں چھوڑتے کہتے ہیں چائے پئیں گے" سید صاحب نے کہا حضرت میں نے چائے واپس کر دی تاکہ وقت بچ سکے۔ کچھ مٹھائی وغیرہ حضرت تک پہنچائی گئی تھی جو چائے کے ساتھ ہی تناول فرماتے۔ حضرت نے فرمایا اچھا تو آجائے اسی کو تھوڑا سا کھا لیں۔ (خدام کی دلجوئی ہی مقصود تھی) رحمہ اللہ من شیخ مشفق۔ سید صاحب نے وقت بچانے کے لئے کہا حضرت اس کو ساتھ لے جائے قیام پر اٹھا کر لے جائیں گے۔ تو استاذ العرب والعجم فقیہ العصر نے فرمایا:

سید صاحب یہ تکلیف تھوڑا ہے کہ اٹھا کر لے جاویں گے۔ یہ تو اباحت ہے کھانا ہو تو یہیں کھالو۔

آہ اب سائل اور مجیب دونوں کو آنکھیں ترستی ہیں۔ ع

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

اب یہ پاکیزہ مجلسیں وہیں ملیں گی جہاں وہ پہلے پہنچ گئے۔ اور ع باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں۔ اللھم احشرنا فی زمرۃ الصالحین۔ اسی سلسلہ کا ایک اور روح افزا واقعہ بھی سناتا جاؤں تاکہ مضمون صرف تاثراتی ہی نہ رہے۔ اور وہ یہ کہ عرصہ بعد شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ پہلی بار بہت ہی مختصر وقت کے لئے کراچی تشریف لائے گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ کا وقت نہیں تھا۔ میں چاہتا تھا حضرت مدرسہ نجم المدارس، مسجد اور حجرہ کتب خانہ نجم المعارف سب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازتے جائیں کیونکہ اللہ والے جہاں سے گذرتے ہیں وہیں ع ہوائے رحمت پروردگار آتی ہے چنانچہ مدرسہ نجم المدارس میں آپ کو وضو کرایا گیا، چائے نوش فرمائی اور مسجد میں جلسہ ہوا نماز

عصر پڑھی اور فراغت کے بعد کتب خانہ نجم المعارف کے پاس سے گذرتے ہوئے احقر نے عرض کیا جناب والا! حضرت مدنی جب یہاں کلاچی تشریف لائے تھے تو اس کمرہ میں تخلیہ فرما کر بیعت کا سلسلہ جاری فرمایا تھا۔ بے اختیار بولے کہاں؟ احقر نے دروازہ میں کھڑے ہو کر اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں حضرت بیٹھے تھے پھر میں نہیں جانتا حضرت نے کیا دیکھا، بے اختیار ہو کر جلدی جلدی میں جوتے اتار کے اس جگہ جا بیٹھے اور بیٹھتے ہی فوراً ہاتھ اٹھائے اور نہ معلوم خدا سے کیا کیا مانگتے رہے۔ پھر اسی جگہ بیعت کا سلسلہ بھی جاری فرمایا۔

نہیں معلوم اب تک بھی اسی جگہ پر۔ ع۔ ہنوز از در و بام شراب می ریزد۔ کا مضمون صادق آرہا ہے۔ یہ کوئی آنکھوں والا ہی بتا سکے گا یا ہماری بداعمالیوں سے مسدودت خطایا نبی آدم۔ کے ماتحت پناہ بخدا وہ اثرات باقی نہیں رہے۔

بہرحال سید صاحب پر خوب خوب لکھا جانا چاہئے۔ ان کی زندگی خوب گذری لیکن یہ میرے بس کی بات نہیں آپ (مدیر الحق) کو شاید یہ مغالطہ ہوا کہ مجھے آپ کی زندگی کے حالات تفصیل سے معلوم ہوں گے۔ اور اس لئے میری قلمی خامی کو برداشت کرتے ہوئے سید صاحب پر کچھ لکھنے کی فرمائش کی گئی۔ واقعہ یہ نہیں ہے مجھے آپ سے ملنے اور آپ کے ساتھ رہنے کے بہت تھوڑے مواقع ملے یہ کام کسی سے ضرور کرائیے۔ موصوف کی زندگی اخلاف کے لئے نہیں اقران کے لئے بھی مشعل راہ بنے گی میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ مرحوم رزم و بزم دونوں کی زینت تھے۔ پیارے آدمی تھے اور انہوں نے اندرونی ربط سے ہی مدت العمر جماعتی ضبط کو قائم رکھا۔ موصوف جہاں پہنچ گئے، وہاں کے تمام اور طلباء سے گھل مل گئے۔ جماعتی رفقاء سے اتنا ربط بڑھایا کہ ان کے بال بچوں کے نام یاد تھے۔ پھر ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ خیریت دریافت کی اور کمال یہ کہ مدت العمر اسے بھولے نہیں گاہ بیگاہ جب بھی کوئی خط لکھا تو عموماً سب بچوں کا نام بنام سلام لکھے خیریت پوچھی غم اور شادی ہر موقع پر احباب سے ربط قائم رکھا۔ کار مبارک میں ہمیشہ پیش قدمی کرتے رہے اور ایک ایک بات میں جماعتی پروگرام کی طرف اشارے کرتے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ کسی موقع پر حسب اخلاقاً مجھے پیش قدمی کرنی چاہئے تھی۔ شاید جیل سے رہائی کے بعد کا قصہ ہے۔ بے مروتی کی یا اظہار مروت میں تاخیر کی تو آپ کی جانب سے یاد دہانی پہنچ گئی میں نے دل سے اپنی غلطی تسلیم کی اور انہیں لکھا کہ مجھ سے کوتاہی ہوئی اور جیسا کہ چاہئے تھا فضل تقدم کا سہرا آپ کے سر رہا ولنعم ما قیل ؎

ان الشجاعة والمروءة والندى　　فی قبة ضربت علی ابن الحشرج

چنانچہ آپ نے میری معذرت قبول کی اور اس تاثیر وغیرہ کا اپنے دل میں کوئی اثر باقی نہیں رہنے دیا۔ البتہ یہ بات ضرور تھی کہ اگر کوئی ساتھی بار بار ان کی توجہ کے باوجود لاپرواہی سے پیش آتا تو وہ من استغنی عنہ اغنی لہ نفسہ او کما قال صلی اللہ تعالیٰ والہ وسلم کے عین مطابق اس سے استغنا بھی برتتے تھے۔ بالخصوص اگر وہ علماء میں بھی نہ ہوتا پھر چاہے کتنا بڑا آدمی ہوتا اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور تکمیل آدمیت کے لئے اس پہلو کا ہونا یقیناً ضروری تھا۔ اٹھتے بیٹھتے اپنے نظریات کی صرف قولی بلکہ عملی تبلیغ بھی کرتے رہتے۔ مجھے ایک دفعہ خود آپ نے یہ قصہ سنایا کہ ایک بڑے مجمع میں سرحد کے ایک اور بڑے لیڈر موجود تھے فرماتے ہیں وہ علماء پر تنقید کرتے رہے کہ یہ لوگ طلباء اور اپنے معتقدین اور متوسلین سے خدمتیں لیا کرتے ہیں۔ فرمایا میں اٹھا اور اگر اپنے عام معمول کے برخلاف قصداً میں نے ساتھی سے کہا بھائی آفتابہ ہوتے اٹھا کر لاؤ اسے موقعہ ملا یا میں نے قصداً اسے موقعہ دیا۔ اس نے جھٹ کہا دیکھئے مولوی گل بادشاہ ساتھی سے ہی جوتے اٹھوا رہے ہیں میں نے کہا جناب والا تنظیم کی بنیاد اطاعت امیر پر ہے۔ اسلام نے بھی اس پر زور دیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ نوجوانوں میں اطاعت امیر کا جذبہ پیدا کریں اور اسی لئے آپ کی باتیں سن کر قصداً میں نے ایسا کیا تاکہ آپ کو اس کا فائدہ بتلا سکوں۔

سرحد میں وہ اپنے ساتھیوں کو ہمیشہ پشتو زبان میں خط لکھا کرتے تھے۔ وہی طبائع اسے پٹھانستان کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔ بہرحال سید صاحب تھے اور سیادت ترجمہ علیہ۔ طریق بڑی حد تک اپنا گئے۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔ یہ ہمت اور استقلال ہی کی بات تھی کہ ذات عالی حکومت قدیم زمانی جیل میں کاٹے مگر ذرا بھی نہیں جھکے اور نہ ہی واپسی پر قوم سے اس کا کوئی صلہ مانگا [illegible]۔ اللہ اجراً حسناً۔

سرحد میں جمعیت کی کامیابی آپ ہی کی ہمت مردانہ کا دوسرا نام ہے۔ قومی اسمبلی میں سرحد سے اسلام کیلئے جتنی آوازیں اٹھیں ان کے اجر میں یقیناً مولانا گل بادشاہ برابر کے شریک ہیں سرحد کا شاید کوئی ضلع ایسا ہو جہاں مولانا مرحوم نہ پہنچے ہوں۔ اور آپ نے وہاں اپنی آواز نہ پہنچائی ہو۔ پھر جہاں پہنچے شاید ہی کوئی ایسا مقام ہو جہاں کے لوگوں نے ... کہ آپ کو نہ بلایا ہو۔ سیاسی اور اصلاحی ہر قسم کی تقریر موثر اور دلنشین ہوتی تھی زبان پشتو تھی مگر اس دور میں ان کی تقریریں پنجاب میں بھی دلچسپی سے سنی جاتی رہیں۔

تصلب کا یہ عالم تھا کہ ٹھیٹ سیاسی ہونے کے باوجود لمبی تسبیح بڑی مسواک ہاتھ میں رکھتے تھے۔

لہ مولانا کا مقصد یہ ہو کہ اپنی مادری زبان ہی میں تعلیم و ترغیب پشتو تک دین پہنچنے کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگا۔

اور اپنے سیاسی ماحول میں رہتے ہوئے بھی یہ تاثر دینا ضروری سمجھتے تھے۔ کہ اس سنت کو باقی رکھنا ہمارے پروگرام کا جزو ہے۔ غالباً مشرق ہی کو گیارہ سوالات کا انٹرویو دیتے ہوئے بھی یہاں تک یاد پڑتا ہے۔ لمبی تسبیح ہاتھ میں لٹکائے ہوئے تھے۔ سوالات کے جوابات نہایت سنجیدہ اور سیاسی مگر شکل و شباہت ایک صوفی اور متقشف عالم دین کی۔

سیاست کے جھول میں جبکہ سیاسی پلیٹ فارم پر ناقابل برداشت لوگوں کو بھی برداشت کر جاتے تھے۔ لیکن مذہبی تصلب کے باعث دارالعلوم حقانیہ میں مولوی محمد یوسف مودودی کے وجود تک کو اتنا ناگوار سمجھا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم جیسی دینی اور مذہبی شخصیت سے بھی الجھ پڑے تھے۔ سیاسی جماعت کی امارت کو سنبھالنے کے باوجود سرحد میں فتنۂ اعتزال کی مخالفت آپ کا مستقل پروگرام تھا۔ پنج پیریوں کے تعاقب میں بلوچستان تک جا پہنچے۔

قائد میں جرأت نہ ہو تو قوم کو لے ڈوبتا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس جوہر سے حظ وافر عطا فرمایا تھا۔ اس ایک ہی واقعہ سے آپ کی جرأت کا اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اور وہ یہ کہ اس آخری الیکشن میں ڈیرہ اسماعیل خان کے حلقہ قومی اسمبلی کیلئے چند دن راقم الحروف اور مولانا مرحوم اکٹھے رہے ہم ایک ایسے علاقہ میں گئے جہاں مخالفت کا زیادہ خطرہ تھا اور ایسا ہی واقع ہوا اس حلقہ کے دو چار مقامات پر ہم کو سنت کے عین مطابق سنگ باری کی زد اٹھانی پڑی۔ اسی میں ہم ایک ایسی بستی میں ایک دن ظہر کے وقت پہنچے جہاں وڈیروں نے لوگوں کو کہہ رکھا تھا کہ ان مولویوں سے کچھ بھی تعاون نہیں کرنا ہے۔ چائے پانی تک سے تو منع ممنوع قرار دی گئی تھی۔ جیپ ہماری خراب ہو گئی تھی دہ ہم چھوڑ کر آگے چلے گئے تھے اس بستی میں ہم اونٹ پر سوار ہو کر پہنچ رہے تھے۔ لوگوں نے ہمارے جاتے ہوئے کچھ اپنے تاثرات کا اظہار کیا علیک سلیک جیسا کہ پٹھانوں کی توقع تھی نہیں کی ہم نے اندازہ لگایا کہ افواہ غلط نہیں ہے۔ حسب پروگرام مسجد میں گئے باہر دوسری بستی سے آئے ہوئے کچھ لوگوں نے چائے وغیرہ سے ضیافت کی۔ جلسہ شروع ہونے سے پہلے وہاں کے ایک وڈیرہ نے بات چیت کی سید صاحب اور قضاۃ کلاچی کی دل کھول کر تعریف کی بہ الفاظ دیگر یعنی ذہنی رشوت دینی چاہی اور اس میں کہا کہ لیکن تم ووٹ اس شخص کیلئے مانگ رہے ہو جس نے جنرل ایوب سے لاکھوں روپے کے ووٹ بیچا۔ سید صاحب نے کہا کون کہتا ہے۔ اس نے اپنے سے ایک بڑے کا نام لیکر کہا یہ تو فلاں صاحب نے خود مجھے کہا ہے گویا اس وڈیرہ کا نام ہی مکمل سند تھی اس سب علاقہ کیلئے سید صاحب نے بڑی قوت سے کہا وہ جھوٹ بولتا ہے اس کے کان اس بڑے کے متعلق اتنے سخت اور

صاف الفاظ سننے سے ناآشنا تھے وہ کچھ آگے بڑھا۔ سید صاحب بھی جواب دیتے رہے۔ میں نے قصہ مختصر کرنے کیلئے تلاوت اور پھر نعت شروع کرادی کہ وقت تھوڑا ہے۔ جلسہ ہو جاوے ہم کو آگے جانا ہے۔ جب نعت ختم ہوئی عادت کے مطابق مجھے تقریر کرنا تھی اور پھر سید صاحب کو مگر اس دفعہ سید صاحب اٹھے اور بلند آواز سے مجھے کہا آج میں پہلے تقریر کروں گا۔ تقریر کیا تھی۔ اوّل سے آخر تک انہوں نے خوب خوب ان کی قلعی کھولی۔ ان کے آباء و اجداد تک کی انگریز پرستی کی داستانیں سنائیں اور کھول کھول کر سنائیں اور بار بار کہتے رہے کہ شیخ الحدیث مفتی محمود کے خلاف ان جھوٹوں کے الزام پر اعتماد کروں؟ غرض گھنٹہ تقریباً بولے ہی نہیں برسے۔ ایک طرف میری پریشانی ان کے ایک ایک جملے پر اس لئے بڑھتی رہی کہ اگر خدانخواستہ ان کو ذرا بھی تکلیف پہنچائی گئی تو اس کی پوری ذمہ داری مجھ پر ہوگی کیونکہ میں اس ضلع کا باشندہ ہوں۔ اور اس معزز مہمان کے احترام و اکرام کی پوری ذمہ داری مجھ پر ہے۔ مگر دوسری طرف آپ کی جرأت صاف گوئی اور متزاید اطمینان پر خوش بھی ہوتا رہا۔

مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ وہاں بلا کسی ظاہری اسباب کے اللہ تعالیٰ نے آپ کی کرامت سے ان سب کو ساکت اور صامت بنا دیا اور کسی کو کچھ بھی بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور یہ غیبی تائید یہ ہوئی کہ ہم نے عصر تک جلسہ ختم کر دیا اور ادھر سے جیپ بھی بن کر پہنچ گئی۔ یہ مرحوم کی جرأت کا نمونہ تھا۔ اگلے پروگرام کی کڑی پھر مولانا کی ہمت کے ساتھ ملائیے کہ وہیں سے عصر کو روانہ ہوئے مغرب تک ایک بستی میں پہنچے۔ وہیں غالباً بارہ بجے کے قریب جلسہ سے فراغت ہوئی۔ اسی وقت وہاں سے اونٹ پر ہی روانہ ہوئے۔ کیونکہ جیپ پھر خراب ہو گئی تھی ہم چند میل ہی گئے تھے کہ جیپ بن کر آگئی۔ اونٹ کو واپس کر دیا گیا۔ جیپ کچھ ہی چلی تھی کہ پھر ٹھہر گئی۔ اور ہم نے ریگستان کا وہ سفر رات کے اندھیرے میں پیدل طے کیا۔ سید صاحب نے ذرا بھی تو استنکاف نہیں کیا اور پوری خندہ پیشانی سے چلتے رہے صبح چار بجے پو پھٹنے سے قبل لاری کے اڈہ پر پہنچے وہاں سے اسی۸۰ میل سفر کے بعد کلاچی پہنچے، یہیں جمعہ پڑھایا، اور پھر سائیکلوں کے ایک قافلہ کے ساتھ سائیکل ہی پر سفر کر کے رات کا جلسہ ایک بستی میں کیا گیا۔

بہرحال وہ ان کی جرأت تھی اور یہ ان کی ہمت ان خصائل اور فضائل کی وجہ سے وہ ہمیشہ سرخیل الاقران اور منظور اعیان رہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے۔ کہ ان کی تمام لغزشوں کو معاف فرمایا ہوگا۔ اور انہیں ان کی دینی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمایا ہوگا —— سرحد کے پٹھانوں کو دینی سیاست پر لانے میں حقیقتاً مولانا مرحوم کا بڑا حصہ تھا۔ اور یہ ایک بہت بڑی دینی خدمت تھی۔ فرحمہ اللہ تعالیٰ ۔